تدبیر کی غلطی ..... تقدیر سے تصادم

سید عطاالمحسن بخاری

ماضی قریب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے "چمپینزی" نے "انسان" کا روپ دھارا ہے اور اپنی اس ارتقائی جست سے ارتقائی منزلوں کا قصہ تمام کردیا ہے' اس کو بہت سے مباحث اور مناصب کا چارج لینا پڑا ہے۔ مثلاً وہ قاضئ تدبیر بن کے قاضئ تقدیر کے سامنے مورچہ بند ہوگیا ہے اور اس قسم کے احکام جاری کرنے لگا ہے کہ'

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزار ختن سے نکال دو

پھر اس نے داڑھی' ٹوپی' مصلیٰ' مدرسہ اور اہل و قالِ مدرسہ کے "شور و غوغا" کو ختم کرنے کیلئے بہت سے اقدامات بھی کئے ہیں مگر موسم بدلتے ہی یہ شجر پھر سایہ دار ہونے لگ جاتا ہے ..... سوویت یونین میں قاضی تدبیر نے تدبیر کا رندہ چلایا اور اس شاخ ثمربار کو جلا کے راکھ کر دیا لیکن اس کی خاکستری تہوں میں ایک چنگاری سلگتی رہی جو 79ء میں شعلہ جوالہ بنی' مگر قاضی تدبیر نے اس سے سبق حاصل نہ کیا اور دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنی تدبیری سازشوں کا جال بنتا رہا اور منہ کی کھاتا رہا۔ پاکستان کے قاضئ تدبیر نے بھی بیانوں کی توپ داغی ہے اور خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے دینی مدارس کی تعداد' کارکردگی' افراد' آمدنی اور ذرائع آمدنی معلوم کرنے شروع کئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن نہ کی جائے اور سابق رجسٹریشنز بھی "ری نیو" نہ کی جائیں جبکہ اس حالیہ "حکم اندازی" سے بھی پہلے "خبریں" کا خبرنگار ہمیں بتلا چکا ہے کہ "وزیراعظم کے احکامات پر ہرسال ایک لاکھ رہائشی یونٹوں کی تعمیر کیلئے تیار کردہ سمری میں لکھا گیا ہے کہ رہائشی یونٹوں کے قریب مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں ..... کیونکہ ان مسجدوں اور مدرسوں کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی اور فضائی کثافت میں اضافہ ہوتا ہے اور پاکستانی ثقافت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

(بقیہ صـ١٧ پر)

خوانندگان گرامی! آپ کی جمہوری طبیعت پر گراں نہ گزرے تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا اس قاضئ بے تدبیر و پُر تقصیر نے پاکستان سے چوری' ڈاکہ' قتل' اغوا' زناء' شراب' جوا' رشوت ..... ڈیوسار ایسی خوفناک اور شرمناک برائیاں مٹالی ہیں' کیا پاکستانی اقتداریوں نے ظلم' جور و جفا چھوڑ دیا ہے' کیا پاکستانی عوام کو وسائل رزق مہیا ہوگئے ہیں' کیا پاکستان میں انصاف (ستا یا مہنگا) موجود و میسر ہے' کیا پاکستانی حکام کلمہ' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی نعمت ابدی سے مُرصّع ہیں اور جناب قاضئ تدبیر کیا تم قاضئ تقدیر کو مانتے ہو.....؟ اگر مانتے ہو تو پھر کیوں نہیں مانتے کہ ..... دین اللہ کا ہے اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ مسلمان ہے' جو اطاعت نہیں کرتا اس کی "نیم پلیٹ" "چینج" ہوجاتی ہے' اس کو مسلمان نہیں کہتے' اسے فاجر کہتے ہیں اور یہ نام بھی اللہ نے رکھا ہے "مولوی" نے نہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے ظالم قرار دیا ہے۔ "مولوی" نے نہیں۔

"اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو۔" (سورہ بقرہ آیت 144 پ 1)

جو نماز نہ پڑھے "تارک نماز ہو" اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کہا ہے۔

"جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہوا....."

تاریخ

حکیم محمود احمد ظفر

اسلام کی دعوتی قوت

ساتویں صدی ہجری کے وسط میں مسلمانوں کا سیاسی انتشار، اخلاقی کمزوری اور ضعف جب پورے طور پر نمایاں ہوگیا اور اسلامی طاقت کا وہ سایۂ رحمت جو دور سے نظر آتا تھا، اوجھل ہوگیا تو مسلمانوں پر وحشی قوموں اور حریف طاقتوں کا نرغہ ہوا۔ ان وحشیانہ حملوں میں سب سے بڑا حملہ تاتاریوں کا حملہ تھا۔ جو چیونٹیوں کی طرح مشرق سے بڑھے اور ایک قلیل عرصہ میں عالم اسلام پر چھا گئے۔ تاتاری یورش عالم اسلام کے لئے ایک بلاء عظیم تھی جس سے دنیائے اسلام کی چولیں ہل گئیں۔ مسلمان مبہوت و ششدر تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہراس اور یاس کا عالم طاری تھا۔

چنگیز خان وسط ایشیا سے ۱۲۱۶ء میں ساٹھ ہزار وحشی انسانوں کو لے کر نکلا۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر اور تیر اور تلوار لئے ہوئے آبادیوں پر ٹوٹ پڑے اور تمام تمدنی نشانات کو برباد اور تہ و بالا کر ڈالا۔ عراق، ایران اور ترکستان ان کے قدموں کے نیچے زیر و زبر ہوگئے۔ بغداد کی عظیم مسلم سلطنت کو برباد کر کے رکھ دیا۔

۱۲۵۳ء میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی سرکردگی میں یہ طوفان دوبارہ اٹھا اور ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بھی تہس نہس کر ڈالا جو عظیم مسلم خلافت کی بربادی کے بعد ابھرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ایک مغربی مؤرخ کے نزدیک یہ واقعہ اتنا ہولناک تھا کہ اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلے۔

"آسمان نے زمین پر گر کر تمام چیزوں کو مٹا دیا۔" (Jenghiz Khan by Harold Lamb, P-266)

ہم عصر مؤرخ ابن اثیر جس نے اپنی آنکھوں سے اس ہولناک حملے کو دیکھا تھا، وہ اس کی ہولناکی اور خوفناکی بلکہ ہلاکت خیزی کو ان الفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔

"یہ حادثہ اتنا ہولناک اور ناگوار ہے کہ میں کئی برس تک اس پس و پیش میں رہا کہ اس کا ذکر کروں یا نہ کروں۔ اب بھی بڑے تردّد اور تکلف کے ساتھ اس کا ذکر کر رہا ہوں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی موت کی خبر سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی رسوائی اور ذلت کی داستان سنائے۔ کاش میں نہ پیدا ہوتا۔ کاش میں اس واقعہ سے قبل مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا، لیکن مجھے بعض دوستوں نے اس واقعہ کے لکھنے پر آمادہ کیا، پھر بھی مجھے تردّد تھا، لیکن میں نے دیکھا کہ اس واقعہ فاجعہ کو نہ لکھنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں۔

یہ وہ حادثہ عظمیٰ اور مصیبت کبریٰ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس واقعہ کا تعلق تمام انسانوں سے ہے، لیکن مسلمانوں سے اس کا تعلق خصوصی طور پر ہے۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط دعویٰ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ انسانی میں اس وقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا اور شاید دنیا قیامت تک کبھی ایسا واقعہ نہ دیکھے۔ ان وحشیوں نے کسی پر رحم نہیں کھایا۔ انہوں نے عورتوں، مردوں اور بچوں کو قتل کیا۔ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیئے اور پیٹ کے بچوں کو مار ڈالا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حادثہ عالم گیر اور عالم آشوب تھا۔ ایک طوفان کی طرح اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(الکامل لابن اثیر جلد ۱۳ ص ۲۰۳)

۶۵۶ھ میں تاتاری دارالخلافت بغداد میں فاتحانہ داخل ہوئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ علامہ ابن کثیر بغداد کی تباہی اور تاتاری وحشیوں کی غارت گری اور خوں آشامی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

"بغداد میں چالیس روز تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ چالیس روز کے بعد یہ باغوں کا شہر جو دنیا کا پر رونق ترین شہر تھا، ایسا ویران اور برباد ہوا کہ شہر میں خال خال لوگ نظر آتے تھے۔ بازاروں اور راستوں پر لاشوں کے ڈھیر اس طرح لگے ہوئے تھے کہ دیکھنے والوں کو ٹیلے نظر آتے تھے۔ ان لاشوں پر بارشیں ہوئیں تو صورتیں مسخ ہوگئیں اور سارے شہر میں تعفن اور گندگی پھیل گئی۔ جس سے شہر کی ہوا خراب ہوئی اور سخت وباء پھیلی جس کا اثر ملک شام تک پہنچا۔ اس متعفن ہوا اور وباء سے اللہ کی مخلوق بکثرت مری۔ گرانی، وبا اور فنا تینوں کا دور دورہ تھا۔"

ان سب حوالوں سے ان وحشی تاتاریوں کی ہلاکت خیز کارروائیوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور پتہ چلتا ہے کہ ان کی خون آشامیوں کے آگے اس وقت کسی حکومت کے بس میں نہ تھا کہ بند باندھ سکے۔ ایسے نازک وقت مین اسلام کی دعوتی طاقت ہی تھی جس نے تاتاریوں کے نہ رکنے والے سیلاب سے اسلام کو بچایا۔

تاتاری اپنی مفتوح رعایا کے ذریعہ اسلام سے متعارف ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ اسلام نے انہیں جیت لیا اور اسلام کے دشمن اسلام کے پاسبان بن گئے۔ گویا کہ

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

تاتاریوں کے سلسلہ میں اسلام کی دعوتی قوت کا اعتراف عام طور پر مؤرخین نے کیا چنانچہ پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے!

Although in after years this great empire was split up and the political power of Islam diminished, still its spiritual conquests went on uninterruptedly. When the Mongols hordes sacked Baghdad (AD 1258) and drowned in blood the faded glory of the Abbasid dynasty, islam had just gained a footing in the island of Sumatra and was just about to commence its triumphant progress through the island of the Malay Archipelago. In the hours of its political degradation, Islam has achieved some of its most brilliant spiritual conquests on two great historical occasions, infidel barbarians have set their feet on the necks of the followers of the prophet the Saljuq Turks in the eleventh and the Mongols in the thirteenth century and in each case the conquerers have accepted the religion of the conquered.

(T.W. Arnold, The preaching of Islam, P-2)

بعد کے سالوں میں اگرچہ یہ عظیم سلطنت ٹوٹ گئی اور اسلام کی سیاسی قوت کم ہو گئی، مگر اس کی روحانی فتوحات بغیر وقفہ کے برابر جاری رہیں۔ مغل قبائل نے جب ۱۲۵۸ء میں بغداد کو تباہ اور عباسی خلافت کی شان و شوکت کو خون میں غرق کر دیا۔ اس وقت اسلام جزیرہ سماٹرا میں اپنی جگہ بنا چکا تھا اور جزائر ملایا میں اپنا فاتحانہ سفر شروع کر رہا تھا۔ اپنے سیاسی زوال کے زمانہ میں اسلام نے اپنی بعض انتہائی نمایاں روحانی فتوحات حاصل کیں۔ دو بڑے مواقع پر کافر قبائل نے اپنے پاؤں محمد ﷺ کے پیروؤں کی گردن پر رکھ دیئے تھے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں سلجوق ترکوں نے اور تیرھویں صدی عیسوی میں مغلوں نے، مگر ہر بار فاتح نے مفتوح کے مذہب کو قبول کر لیا۔

اسی طرح پروفیسر حتّی نے بھی تاریخ میں ان حقائق کو یوں بیان کیا ہے!

Hard pressed between the mounted archers of the wild Mongols in the fast and the mailed knights of the Crusaders on the West, Islam in the early part of the 13th century seemed for ever lost. How different was the situation in the last part of the same century, The last crusdader had by that time been driven into the sea. The seventh of the II-Khans, many of whom had been flirting with Christianity, had finally recognised Islam as the state religion-A Dazzling victory for the faith of Mohammad. Just as in the case of the seljuqs, the religion of the Muslims had conquered where their arms had failed. Less than half a century after Hulagu's merciless attempt at the destruction of Islamic culture, his grcat-grandson Ghazan, as a devout Muslim, was consecrating much time and energy to the revivification of the same culture.

(History of the Arabs, by Hitti, P. 488)